غیبت سے کلیۃً اجتناب کریں، اگر جماعت میں غیبت کا قلع قمع ہو جائے تو عظیم کامیابی ہوگی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 رنومبر 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٣﴾ (الحجرات:13)

پھر فرمایا:۔

آج کے خطبے کے لئے میں نے جس آیت کریمہ کا عنوان باندھا ہے یہ سورۃ الحجرات سے لی گئی ہے اور اس کی تیرھویں آیت ہے۔ اس میں بعض امور کے علاوہ خصوصیت سے غیبت کے متعلق مسلمانوں کو جو مومنوں کے معاشرے کو متنبہ کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی انسان اس کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ لے تو غیبت کا تصور بھی اس کے قریب نہ پھٹکے لیکن جس رنگ میں یہ ذکر فرمایا گیا ہے اس میں یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس مکروہ چیز کا شوق تم لوگوں میں اتنا پایا جاتا ہے کہ گویا اسے جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم بے اختیار اس کی طرف کھنچے چلے جاؤ گے یا کھنچے چلے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اول كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ سے یعنی

اندازے لگانے سے اجتناب کیا کرو اور بہت زیادہ عادت جو ہے تخمینوں کی کہ یہ ہوا ہوگا اور یہ ہوا ہوگا یہ ایک ایسی مہلک عادت ہے کہ ان اندازوں میں سے بعض یقیناً گناہ ہوتے ہیں پس تم ایک ایسے میدان میں پھرتے ہو جس میدان میں خطرناک گڑھے ہیں یا جنگل کے درندے ہیں تم سمجھتے ہو کہ تم دیکھ بھال کر قدم اٹھا رہے ہو مگر جو ایسے خطرے مول لیتا ہے یقیناً اس کا پاؤں کہیں نہ کہیں رپٹ جاتا ہے، غلطی سے کسی گڑھے میں پڑ جاتا ہے یا کسی درندے کے چھپنے کی جگہ کے قریب سے گزرتا ہے اور اسے حملے کی دعوت دیتا ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ ہر ظن گناہ نہیں ہے یہ درست ہے۔ بعض ظن جو درست ہوں، حقیقت پر مبنی ہوں وہ خدا کے نزدیک گناہ نہیں لیکن ظن کرنے کی عادت خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں ہرگز بعید نہیں کہ تم سے بڑے گناہ سرزد ہوں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ تجسس بھی نہ کیا کرو۔ ظن کا جو تعلق ہے وہ تجسس سے بہت گہرا ہے۔ جب انسان کو یہ شوق ہو کہ کسی کی کوئی کمزوری معلوم کرے تو اس وقت جو ظن ہیں وہ زیادہ گناہ کے قریب ہوتے ہیں کیونکہ انسان اپنے بھائی یا اپنی بہن میں بدی ڈھونڈ رہا ہوتا ہے اور تجسس کی عادت اگر ظن کی عادت کے ساتھ مل جائے تو بہت بڑا احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ شخص گنہگار ہو گا۔ پس اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ فرما دیا۔ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اور کوئی تم میں سے کسی دوسرے شخص کی غیبت نہ کرے یعنی اس کی غیبوبت میں، اس کی عدم موجودگی میں اس پر تبصرے نہ کیا کرے۔ اب یہ پہلا جو مضمون بیان ہو رہا ہے اس کا آخری طبعی نتیجہ ہے۔ جو شخص ظن کی عادت رکھتا ہے جلدی سے نتائج نکالتا ہے کہ یہ ہوا ہوگا اور جو شخص تجسس کی عادت رکھتا ہے وہ اپنے ظن کو گناہ کے قریب تر پہنچاتا ہے کیونکہ تجسس کا مطلب ہے اسے شوق ہے کچھ معلوم کرنے کا۔ اس لئے بے وجہ ظن نہیں کر رہا، یونہی اتفاقاً ظن نہیں کر رہا بلکہ کسی خاص مقصد کی تلاش میں اس کا ظن ہے اور ایسے موقع پر وہ نتیجہ نکالنا جو غلط ہے اور محض اپنے تجسس کے شوق میں اس نے نکالا ہے یہ ایک طبعی بات ہے یعنی ایسا احتمال بہت بڑھ جاتا ہے۔

تیسری صورت میں جب تجسس کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے۔ بنیادی طور پر اس کو اپنے بھائی یا بہن سے کوئی دبی ہوئی مخفی نفرت ہوتی ہے۔ وہ پسند نہیں ہوتا اور غیبت اس کی کی جاتی ہے جو پسند نہ ہو۔ کبھی آپ نہیں دیکھیں گے کہ ماں باپ بیٹھ کر بچوں کی غیبت کر رہے ہیں یا بچے بیٹھ کر ماں باپ کی

غیبت کر رہے ہیں اگر ایسا ہو تو بنیادی طور پر ان کے تعلقات کے نظام میں کوئی ایسا رخنہ ہے جسے پاگل پن کہا جا سکتا ہے۔ مگر غیبت اور کسی شخص سے پرخاش رکھنا، کوئی اس کے متعلق حسد کا پیدا ہونا اس قسم کے محرکات ہیں جو تجسس کی پہلے عادت ڈالتے ہیں اور پھر جب تجسس ان کے سامنے کوئی تصورات پیش کرتا ہے، حقائق نہیں بلکہ وہ ظن جو ان کی عادت میں داخل ہے۔ تجسس کے نتیجے میں اندازے لگاتا ہے کہ ہم یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں اندر کمرے میں جا کر تو نہیں دیکھا مگر صاف پتا لگتا ہے کہ یہ ہو رہا ہوگا اور چونکہ بدنیتی سے ہی اس سفر کا آغاز ہے اس لئے جو بھی ماحصل ہے وہ یقینی ہو یا غیر یقینی ہو وہ اسے آگے مجالس میں بیان کرتے اور اس کے چسکے لیتے ہیں۔ یہ ایک پورا نفسیاتی سفر ہے جو غیبت کرنے والا اختیار کرتا ہے۔ جس کو قرآن کریم نے سلسلہ بہ سلسلہ اسی طرح بیان فرمایا جیسے انسانی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے لیکن غیبت کی صرف یہ وجہ نہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے سوا اور کوئی غیبت نہیں ہے۔

غیبت بغیر تجسس کے بھی پیدا ہوتی ہے۔ غیبت ایک شخص کی بدی جو کھل کر اس کے سامنے آئی ہے اور تجسس کے نتیجے میں نہیں اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس میں دور کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے ان لوگوں کو پہنچانا جو اس کو سن کر اس شخص سے اور دور ہٹ جائیں گے اور اس کی اس شخص سے دشمنی میں اس کے طرف دار ہو جائیں گے۔ یہ نیت بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ حقائق پر مبنی غیبتیں بھی کی جاتی ہیں اور ہر نیت کا ٹیڑھا ہونا لازم ہے ورنہ یہ گناہ نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے سامنے کسی شخص کی بات بیان کی اور ان کو یہ شک گزرا کہ **نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ** غیبت تو نہیں ہو رہی۔ وہ شخص موجود نہیں تھا۔ مگر وہ جن کو منصب عطا ہوتا ہے، بعض ذمہ داریاں عطا ہوتی ہیں، بعض دفعہ وہ اپنے تبصرے کو بعض دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور مقصد یہ نہیں ہوتا کہ نعوذ باللہ ان سننے والوں کے درمیان کوئی نفرت کی خلیج پیدا کریں یا دوریاں پیدا کریں بلکہ ایک قسم کی نصیحت ہوتی ہے۔ ایک مثال کو پیش کرتے ہوئے کہ دیکھو یہ ناپسندیدہ فعل تھا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اور اس سے زیادہ چونکہ نیت میں کوئی رخنہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ کے حضور اسے ہرگز غیبت شمار نہیں کیا جائے گا۔ نہ کبھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے غیبت فرمائی۔ پس غیبت کے موضوع پر مختلف احادیث پر نظر رکھ کر جو قطعی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ اس نیت سے خواہ برائی تلاش کی جائے یا برائی

اتفاقاً نظر کے سامنے آجائے اور پھر اس نیت سے ان باتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کیا جائے کہ جس کے متعلق بیان کیا جارہا ہے اس پر بیان کرنے والے کو ایک قسم کی فوقیت مل جائے کہ دیکھو میں اس بات سے بلند ہوں اور نیت یہ ہو دیکھو یہ آدمی کیسا ذلیل ہے اور گھٹیا ہے اور اس کے ساتھ اس بات کا خوف بھی دامنگیر ہو کہ یہ بات اس شخص تک نہ پہنچ جائے۔ یہ خوف دامن گیر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ چھپ کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب موجود نہیں ہے پیچھے سے ایسا وار کرنا چاہتا ہے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اگر یہ نیت ہو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی مثال دیتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ تم تو کراہت کرنے لگے ہو دیکھو دیکھو! تم تو یہ بات سنتے ہی سخت کراہت محسوس کر رہے ہو۔ اب کیسی کراہت جب کہ عملاً اپنی زندگی میں تم نے یہی وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ جب اپنے بھائی یا اپنی بہن یعنی مومن کے تعلقات کی بات ہو رہی ہے، سگے بھائی یا بہن کی بات نہیں، ان کے خلاف جب تم باتیں کرتے ہو تو مردے کا گوشت کھانے والی بات ہے لیکن کراہت کے ساتھ نہیں چسکے لے لے کر۔ تو مثال تو ایک ہی ہے۔ ایک جگہ تم چسکے لیتے ہو ایک جگہ کراہت محسوس کرتے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا تضاد ہے جو درست نہیں ہے حالانکہ دونوں کو ایک ہی پیمانے سے جانچنا چاہئے۔

اس نصیحت اور اس مثال کے بعد پھر بھی انسان غیبت میں مزے اٹھاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روحانی لحاظ سے بعض باتوں کی کراہت کو جاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ مثال سنتا ہے ایمان لے آتا ہے اللہ نے فرمایا ٹھیک ہی ہوگا لیکن جہاں تک وہ سوچتا ہے میری ذات کا تعلق ہے مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ مجھے تو بھائی کے گوشت والی کراہت اس میں ذرا محسوس نہیں ہو رہی جس کا مطلب ہے اس کا تناظر بدل گیا ہے۔ وہ جس پہلو، جس زاویے سے چیزوں کو دیکھ رہا ہے وہ خدا کا پہلو نہیں ہے، خدا کا زاویہ نہیں ہے۔ پس بیماری محض گناہ کی بیماری نہیں ہے ایک گہرا رخنہ ہے مزاج میں اور ذوق میں اور اس کی اصلاح نسبتاً زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ اگر ایک انسان گناہ سمجھتے ہوئے اس کی بدیوں سے واقف ہوتے ہوئے وقتی طور پر گناہ کے بعض پہلوؤں سے متاثر ہو جائے جن میں کشش بھی پائی جاتی ہے تو ایسا شخص بار بار توبہ کرتا ہے اور سنبھلتا ہے مگر غیبت کرنے والوں میں میں نے یہ چیز نہیں دیکھی۔

لوگ بسا اوقات مجھے لکھتے ہیں کہ فلاں ہم سے ایک جرم ہو گیا، فلاں غلطی ہو گئی۔ بعض دفعہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں بعض دفعہ اشارۃً بات کرتے ہیں جو سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ یاد نہیں کہ کسی نے کہا ہو کہ مجھ سے غیبت ہو گئی تھی اللہ معاف کرے بڑا گند کیا ہے میں نے، اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھا بیٹھا ہوں اور اب مجھے کراہت اور متلی ہو رہی ہے۔ خدا کے لئے دعا کریں اللہ اس بد نتیجے سے محفوظ رکھے۔ کبھی آپ میں سے کسی کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا ہو تو مجھے بتائے میرے ساتھ نہیں ہوا۔ یہ مطلب ہے میرا کہ ذوق بدل چکے ہیں۔ جہاں ذوق بدل جائیں وہاں گناہ کی نحوست کا احساس نہیں رہتا اور ایک ایسا شخص نصیحت سن کر بار بار وہی ٹھوکر کھاتا ہے لیکن اگر وہ خود اپنے آپ کو اس بھائی کی جگہ رکھے جس کا گوشت کھایا جا رہا ہے۔ پھر شاید وہ اس بات کو بہتر سمجھتا ہو اور اس شرمندگی کو یاد کرے جب ایسا شخص جس کی غیبت ہو رہی ہے اچانک کمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیسے کھسیانی ہنسی ہنستے ہیں وہ سارے مجلس والے، کیسے پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں؟ اور اس کا تاثر غلط ثابت کرنے کے لئے پھر جھوٹ بولنے لگ جاتے ہیں۔ ہم تو یہ کہہ رہے تھے، ہم تو وہ کہہ رہے تھے اور پھر جب الگ ہوتے ہیں تو پھر آپس میں خوب ہنستے ہیں اور شرمندگی کی ہنسی کہ ہم سے آج خوب ہوا جس کی باتیں کر رہے تھے وہی پہنچ گیا۔ یہ سب جرم کی نشانیاں ہیں۔ ان کا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ جرم کر رہے تھے ورنہ یہ حرکتیں نہ ہوتیں۔ بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی کے متعلق بات کر رہا ہے مگر نیت اور ہے پاک نیت سے سمجھانے کی خاطر کر رہا ہے۔ وہ پیچھے بیٹھا سن رہا ہے، علم میں بھی آ جائے تو خجالت نہیں ہوتی بلکہ انسان چونکہ اچھے رنگ میں، نیک نیت سے بات کر رہا ہے اس کو شرمندگی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں مگر یہ بات واقعۃً درست ہے اور اس چیز کا قطعی یقین کہ یہ بات اس وقت نیت میں گناہ نہیں ہوتا یا اس وقت وہ غیبت نہیں کر رہا ہوتا یہ بات درست ہے آسانی سے مل جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے دفاع میں کچھ نہیں ایسی بات کہہ سکتا جو اس کے بیان کو غلط کہے اور چونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے تعلق مجھ سے درست ہیں اور نیت بگڑی ہوئی نہیں ہے اس لئے اس کے نتیجے میں نفرت اور دوری بھی پیدا نہیں ہوتی۔

پس دو طرح سے غیبت کا احتمال ہے۔ ایک ہے بد نیتی کے ساتھ حملہ کرنے کی خاطر، جھوٹی بات کرنا ایک سچی بات کو بد نیتی سے دشمنی کے نتیجے میں پھیلانا۔ جو جھوٹی بات ہے اس کے دو پہلو

ہیں۔ایک ظن ہے ظن کے پردے میں شک کا فائدہ اپنے لئے اٹھاتے ہوئے کہ شاید سچ ہو اس لئے میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ یہ حصہ ہے جو غیبت سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ جو واضح جھوٹ بولا جا رہا ہے اسے غیبت نہیں کہتے اس کا کچھ اور نام ہے۔آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مسلم کتاب البر میں یہ درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے۔صحابہ رضوان اللہ علیھم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی کا اس کی پیٹھ کے پیچھے اس رنگ میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔عرض کیا گیا اگر وہ بات جو کہی گئی ہے سچ ہو اور میرے بھائی میں موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہو گی۔آپؐ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں پایا جاتا ہے جس کا تم نے اس کی پیٹھ پیچھے ذکر کیا ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات جو تو نے کہی ہے اس میں پائی نہیں جاتی تو یہ بہتان ہے جو اس سے بڑا گناہ ہے۔ بہتان تراشی معصوم پر تو ایسا سخت گناہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کی بہت سخت سزا مقرر فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔تو دونوں صورتوں میں جواز کوئی نہیں رہتا۔اگر سچ ہے تو غیبت ہے۔جھوٹ ہے تو بہتان ہے،اس سے بھی زیادہ بڑا گند۔اگر سچ ہے تو غیبت ہے ان معنوں میں کہ بھائی مر چکا اور مرے ہوئے بھائی کو ڈیفنس کا موقع نہیں دیا گیا۔اس کی عدم موجودگی میں اس پر حملہ کیا گیا گویا اس کا گوشت کھایا گیا اور اس کے مزے اڑائے گئے اور بہتان کا مطلب ہے کسی کو قتل کر دینا یعنی روحانی دنیا میں بہتان قتل کے مشابہ ہے۔تو یہ تو Murder کا گناہ ہے جو مرے ہوئے کے گوشت کھانے سے زیادہ مکروہ تو نہیں مگر زیادہ بڑا ظلم ضرور ہے اور زیادہ قابلِ مؤاخذہ ہے۔

پس کوئی بھی بہانہ بنایا جائے اگر غیبت کرتے ہیں اور چسکا پڑتا ہے اس کے لطف اٹھائے جاتے ہیں اور اپنے کسی بھائی کو کم نظر سے دیکھا جا رہا ہے، اس کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے، اس کو ذلیل کیا جا رہا ہے اور ایسی باتیں کی جا رہی ہیں کہ جب وہ آ جائے تو زبانیں گنگ ہو جائیں اور مجال نہیں کسی کی کہ وہ باتیں ان کے سامنے بیان کر سکے تو یہ ساری غیبت ہے۔

غیبت میں تھوڑی اور کم اور زیادہ کے بہت فرق ہیں، بڑی منازل ہیں۔بعض دفعہ غیبت ہی ہوتی ہے مگر نیتوں میں چونکہ فتور نہیں ہوتا اس رنگ میں بات کی جاتی ہے کہ سننے والے سارے جس شخص کے متعلق بات ہو رہی ہے اس سے دور نہیں ہٹتے وہ بات سن کر بلکہ ان سب کا قدرتی، طبعی اپنا

نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ خبر نہیں ہوتی بلکہ ایک تبصرہ ہے جس میں وہ مجلس شریک ہے۔ وہ تبصرہ اور اس خبر میں ایک فرق ہے حالانکہ دونوں غیبت کے قریب قریب ہیں۔اس لئے یہ مضمون باریک بھی ہے اور منتشر بھی ہے لیکن جہاں تک معاشرے کی اقدار کی حفاظت کا تعلق ہے یہ بہت ہی اہم مضمون ہے۔اس کو اگر آپ نے نہ سمجھا اور اس کا حق ادا نہ کیا تو بارہا آپ نفرتوں کا بیج بونے کے ذمہ دار ہوں گے۔ بارہا اپنے معصوم بھائیوں کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھ رکھ کر آپ ایک منافق انسان بن جائیں گے اور منافقت جب ایک جگہ پیدا ہو جائے تو دوسری جگہ بھی اس کے پیدا ہونے کے احتمال پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عادتاً منافق ہو جائے، عادتاً منافق بنانے کے لئے غیبت اس کا سب سے بڑا مددگار ہو جاتی ہے، عادتاً منافق ہو جائے یعنی کسی کے متعلق باتیں کرنا پیٹھ پیچھے اور اس کے سامنے ایسا تاثر پیدا کرنا کہ گویا وہ جو باتیں کہہ رہا تھا اس کے برعکس اس کے متعلق اندازے رکھتا ہے۔نظریات و تعلقات اس سے بالکل مختلف ہیں یہ منافقت ہے اور منافقت اگر انسانوں میں پیدا ہوتی ہے تو وہ پھر رفتہ رفتہ دین میں بھی داخل ہوتی ہے۔منافقت نظام جماعت میں بھی پیدا ہوتی ہے اور اپنے صدر، اپنے قائد، اپنے زعیم، اپنے امیر، اپنے دوسرے عہدیداروں سے بھی پھر یہ منافقانہ سلوک شروع ہو جاتا ہے اور وہ غیبت جو فرد کی ہوتی تھی وہ نظام کی بن جاتی ہے اور نظام کی غیبت اس سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ اس میں خدا کے کام کرنے والوں کے خلاف ایسا ظن پھیلتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگ ان سے نسبتاً کم تعاون کرنے لگتے ہیں اور ان کی طبیعتیں اچاٹ ہو جاتی ہیں۔بعض دفعہ غیبت جب ان کی کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں اچھا پھر یہ دین ہے تو ہم الگ ہو جاتے ہیں۔ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں اور اس کے ذمہ دار وہ ظالم ہیں جو پہلے افراد کی غیبت پر جرأت کرتے ہیں، بے باکی دکھاتے ہیں۔ پھر طبعی طور پر ان کے اندر منافقت پیدا ہوتی ہے اور منافقانہ رنگ میں وہ نظام جماعت پر بھی حملے کرتے ہیں اور نظام جماعت چلانے والے ذمہ دار افسران پر بھی حملے کرتے ہیں اور ہر جگہ آپ یہ قدر مشترک دیکھیں گے کہ نفرت پہلے ہے اور غیبت بعد میں ہے۔محبت اور غیبت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ پیار اور خلوص کا تعلق اور غیبت کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔

پس کئی طرح سے ہم غیبت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ان میں ایک یہ مثبت طریق ہے کہ اپنے تعلقات کو دوسروں سے محبت کے رشتوں سے استوار کریں اور نظام جماعت سے بھی محبت پیدا کریں

اور جو نظام جماعت چلانے والے ہیں ان سے ادب اور محبت کا رشتہ باندھیں یہ سوچ کر کہ ہم تو آزاد ہیں بہت سا ہمارا اپنا وقت اپنے ذاتی معاملوں میں خرچ ہو رہا ہے یہ شخص دین کی خاطر بندھا ہوا ہے۔ اس سے تعلق رکھنا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا موجب ہوگا۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا کیونکہ ہم خدا کی خاطر اس سے تعلق رکھ رہے ہیں۔ یہ اگر سوچ کر بالارادہ انسان اپنی اپنی جماعت میں اپنے عہدیداروں کا احترام کرے خواہ وہ چھوٹے ہوں اور ان سے محبت کا طریق اختیار کرے خواہ ان سے محبت پیدا نہ ہوتی ہو۔ مگر بعض دفعہ احترام محبتوں میں بدل جاتے ہیں اور بعض دفعہ محبتیں احترام پیدا کرتی ہیں یہ دونوں طبعی ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ تو ان معنوں میں وہ بے ساختہ، بے اختیار محبت نہیں جو ایک جلوہ حسن سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ محبت جو بعض حسینوں کے تعلق اور واسطے سے پیدا ہوتی ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ اگر کسی شخص سے محبت ہے تو اس سے تعلق والوں سے بھی ایک محبت ہوتی ہے۔ وہ ذاتی طور پر محبت کا مستحق نہ بھی ٹھہرے لیکن جس حسین کی یاد سے وہ وابستہ ہے اس کے ساتھ محبت ہونا ایک طبعی امر ہے۔ چنانچہ مجنوں کے عشق کی دلیل میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ کے کتے سے بھی پیار تھا اور یہ امر واقعہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب محبت پاگل ہو جائے، اتنی بڑھ جائے کہ اس میں دیوانگی آ جائے تو ایسے شخص سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے اور اس پر انسان کا اختیار نہیں رہتا۔ تو جب میں محبت کہہ رہا ہوں تو آپ کو کوئی منافقت کی تعلیم نہیں دے رہا۔ میں آپ کو گہری حقیقت بتا رہا ہوں کہ محبت حقیقۃً واسطہ بالواسطہ بھی اپنے اثر دکھاتی ہے اور جلوے دکھاتی ہے۔ اسی لئے میں نے کئی دفعہ آپ کے سامنے صحابہؓ کی مثال رکھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کو جو عشق تھا آج بھی بہت دعویدار ہیں مگر وہ شکلیں ہی اور تھیں، وہ صورتیں ہی مختلف تھیں، سراپا عشق تھے ان کی آنکھوں سے محبت برستی تھی، ان کے چہروں سے، ان کی کھالیں، ان کی جلدیں بولتی تھیں اور ایسے پگھلے ہوئے رہتے تھے وہ کہ سارا وجود ان کا اس محبت میں مخمور اور سراپا گداز رہتا تھا۔ اسی لئے بچپن میں ہمارے لئے بڑی شرمندگی کے سامان ہوتے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی بزرگ صحابیؓ آیا ہے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور ہاتھ زبردستی کھینچ کر پیار کیا اور اس وقت سمجھ نہیں آتی تھی شرمندگی سے ہم بھاگتے تھے لیکن بعد میں جب سوچا تو پتا چلا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق تھا جو یہ جلوے دکھا رہا

تھا اور اس وقت ہم سے زبردستی ان کا کرنا ان کے اخلاص کے ایک خاص حد تک پہنچے ہوئے ہونے کی وجہ سے ان پر زیادتی بن جاتا تھا۔ تو یہ چیزیں مصنوعی نہیں ہیں یہ عشق کے طبعی نتائج ہیں۔

اور میں جب کہتا ہوں کہ محبت نظامِ جماعت والوں سے بھی پیدا کرو تو مصنوعی طریق کی محبت نہیں کہہ رہا۔ آپ خدا سے جب محبت زیادہ کریں گے تب یہ محبتیں پیدا ہوں گی۔ اگر اللہ سے سچا عشق ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس درجہ بدرجہ تعلق کے نتیجے میں عشق ہے تو آپ کے نظام سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ نظام جو وابستہ ہو اس طرف اس سے انسان بے اعتنائی یا تکبر کی راہ اختیار کرے اور اپنی زبانیں بات بات پر کھولے اور بدتمیزی کے جملے ان کے متعلق کہے اور تمسخر کرے اور پھر غیبت کرے اور نظام جماعت کے اوپر تبصرے کرتے ہوئے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ کہے جی فلاں، ہم نے دیکھ لیا امیر صاحب کو۔ یہ ان کا حال ہے ان کے بیٹے کا یہ حال ہے، ان کی بیٹی ایسی تھی اور سارے مل کر بیٹھ رہیں اور گویا کہ اس طرح امیر کے بد ہونے سے وہ لوگ خدا کی نظر میں پاکباز ہو رہے ہیں حالانکہ قرآن سے پتا چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جس مقام پر بھی فائز تھے اس سے بھی گرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ بد انجام کو پہنچ جاتے ہیں، ان میں غیبت بھی آ جاتی ہے، منافقت بھی آ جاتی ہے ان میں پھر رفتہ رفتہ بغاوت بھی پیدا ہوتی ہے۔ بہتان تراشی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ملتی جلتی بیماریاں ہیں۔ اکٹھی چلتی ہیں اس لئے غیبت کو کوئی معمولی بات نہ سمجھیں، غیبت سے کلیۃً اجتناب کریں اور اس کا ایک طریقہ اپنے محبت کے دائرے کو وسیع کرنا ہے۔

جہاں تک نظام جماعت کا تعلق ہے اللہ کے حوالے سے محبت وسعت اختیار کرتی ہے اور یہ بڑی واضح بات ہے لیکن جہاں تک عامۃ الناس کا اور احمدیوں کا تعلق ہے وہ بھی اسلام کے حوالے سے وسیع دائرے میں لازماً محبت سے تعلق رکھنے والا مضمون ہی رہتا ہے اور اس وسیع دائرے میں محبت اثر دکھاتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات آنحضرت ﷺ نے اپنی نصیحتوں میں مسلمان کا ذکر کیا ہے۔ مسلمان سے مسلمان کو یہ نہیں ہوتا، مسلمان سے مسلمان کو یہ نقصان نہیں ہو سکتا۔ پہلے مجھے تعجب ہوا کرتا تھا کہ آنحضرت ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ تو رحمۃ للعالمین ہوتے ہوئے صرف مسلمانوں کا فیض مسلمانوں کے حوالے سے کیوں بیان فرماتے ہیں۔ لیکن جب مزید غور کیا اور اس مضمون میں ڈوب کر

دیکھا تو پتا چلا کہ یہ ایک بہت ہی پیارا انداز مسلمانوں کو نصیحت کرنے کا ہے۔اس محبت کے حوالے سے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے رسولؐ کی نظر میں لازماً ہونی چاہئے اور یہ محبت کا رشتہ مسلمانوں سے باہر نسبتاً کمزور ہو جاتا ہے۔رہتا تو ہے مگر نسبتاً کمزور۔اس لئے جب نصیحت کی جائے تو زیادہ قوی رشتے کا حوالہ دیا جاتا ہے۔پس یہ نہیں فرمارہے کہ تم سے مسلمانوں کو گزند نہیں پہنچنا چاہئے بلکہ فرمارہے ہیں کہ دیکھو مسلمانوں سے گزند پہنچنے کا تمہارے ساتھ تو کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، ناممکن ہے۔پس اگر یہ کرتے ہو تو یہ گناہ ہے۔تم خود مسلمان نہیں رہتے اگر تم سے مسلمان ہوتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو یہ ہرگز مراد نہیں کہ غیروں کو پہنچایا کرو۔ بلکہ وہ حدیثیں اور ہیں ایسی بھی احادیث ہیں جن میں اسلام کے حوالے کے بغیر بنی نوع انسان کے حقوق بیان کرتے ہوئے صرف ان کے نہیں بلکہ جانوروں کے حقوق بیان کرتے ہوئے جانوروں سے بھی رحم اور شفقت کے سلوک کی ہدایت ہے۔

ایسی ایسی نصیحتیں ہیں کہ جس میں ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اونٹنی جس پر تم ظلم کرتے ہو اس کے تم جواب دہ ہوگے قیامت کے دن۔ یہ تمہارے خلاف واویلا کر رہی ہے اور اس نے آزاد کر دیا اس اونٹنی کو اور توبہ کی۔آزاد کر دیا ان معنوں میں کہ کہا بے شک میری طرف سے نکل جائے، جنگل میں پھرے۔ میں اس پر اب کوئی ظلم نہیں کروں گا۔آپؐ نے فرمایا اگر یہ نہ کرتے تو تم خدا کی پکڑ کے نیچے تھے۔(مسند احمد جلد 1 صفحہ: 204) ایک پرندے کی دردناک آواز سن کر آپؐ بے چین ہو جاتے ہیں، خیمے سے باہر آجاتے ہیں وہ مادہ پرندہ تھی کس نے اس مادہ پرندے کو دکھ دیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کے انڈے اٹھا لئے ہیں یا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے اور واقعۃً یہی بات نکلی اسے واپس گھونسلے میں رکھوایا تو پھر آپؐ کو چین آیا۔(مسند احمد جلد 1 صفحہ: 404) یہ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین۔ اس لئے رحمۃ للعالمینؐ کے مضمون سے ہٹ کر آپؐ کی کسی حدیث کا کوئی ترجمہ درست نہیں ہوگا۔پس جب مسلمان کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اسلام جو باہمی اخوت و محبت پیدا کرتا ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی تربیت کی ایک بہت ہی حکیمانہ کوشش فرماتے ہیں۔پس اس پہلو سے جب ہم وسیع دائرے میں جاتے ہیں تو غیبت کا مضمون بھی اس دائرے میں ہمیں اسی طرح قابلِ توجہ دکھائی دیتا ہے جیسا نسبتاً اندرونی دائرے کے۔مثلاً نظام جماعت ہی کا تعلق نہیں رہتا بلکہ غیبت عام مسلمان کی کرنا بھی اتنا ہی بڑا جرم اور بھیانک جرم ہے۔اتنا بڑا نہ سہی تو ایک بھیانک جرم ہے جو بڑے جرم

میں تبدیل ہوسکتا ہے اور پھر اس تعلق سے بھی وہی طریق اختیار کریں یعنی اپنی محبت کو جو مسلمان سے مسلمان کو پہنچنی چاہئے کسی مسلمان کو محروم نہ کریں اور اس حوالے سے اللہ اور رسولؐ کی محبت کا تصور کر کے مسلمانوں پر وہ محبت کا سایہ عام کریں جو آنحضرت ﷺ سے مسلمانوں کو پہنچتا تھا۔ ان سے آپ براہ راست محبت نہ سہی لیکن رسول اللہ ﷺ سے تو عشق کا دعویٰ ہے۔ اگر آنحضورؐ سے محبت کا دعویٰ ہے تو آپؐ کے متعلق تو قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یہ وہ رسول ہے جو مومنوں کے لئے رَءُوْفٌ ہے یعنی خدا کی صفت رَءُوْفٌ آپ کے متعلق بیان فرمائی گئی۔ غیر معمولی نرمی رکھنے والا اور پیار اور شفقت اور رأفت کا سلوک کرنے والا۔ رَّحِيْمٌ پھر اس کا رحم ختم ہی نہیں ہوتا۔ بار باران کے لئے رحم جلوہ گر ہوتا ہے اور بار باران کے لئے رحم جوش مارتا ہے۔ تو اگر آنحضرت ﷺ سے محبت ہے تو جس سے آپؐ کو محبت ہے اس سے بھی محبت ہونی چاہئے اور محبت ہو تو چغلی نہیں رہ سکتی، یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

اگر غیبت میں کوئی بات ہونی بھی ہے تو کچھ اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر ہوگی مگر چغلی کی خاطر نہیں ہوگی جیسا کہ میں نے مثال دی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے آپؐ کی زوجہ مطہرہ نے سوال کیا یا رسولؐ اللہ آپؐ چغلی فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے جو کہا ہے وہ چغلی نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ اپنے دل کی اندرونی تہہ بہ تہہ حالتوں پر نظر رکھتے تھے، جانتے تھے کہ کہیں بھی پوشیدہ محرکات میں کوئی رخنہ نہیں ہے، کوئی نیت کی ایسی خرابی نہیں جس کا تعلق کسی سے نفرت سے ہو یا کسی پر تفاخر کرنے سے ہو بلکہ بعض مقاصد بعض دفعہ کسی کی غیبت میں بھی بعض باتیں کرنی پڑتی ہیں اور وہ بالکل اور مقصد ہے وہ کوئی مجلسی شرارت نہیں ہے۔ تو ان باتوں کو الگ رکھتے ہوئے میں بیان کر رہا ہوں کہ جس سے بھی آنحضرت ﷺ کو پیار تھا اگر آپ کو آنحضرت ﷺ سے پیار ہے تو آپ کو بھی ویسا پیار کرنے کی کوشش تو کرنی چاہئے اور اس حوالے سے سارے مسلمان آپ کے رؤوف اور رحیم بننے کے منتظر بیٹھے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آپ ان سے رؤوف اور رحیم والا سلوک کریں کیونکہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ رؤوف اور رحیم کے عاشق ہیں۔ پس اس پہلو سے اگر آپ اپنے تعلقات کو خیر کے پہلو سے وسیع کریں گے تو آپ کی خیر سب مسلمانوں پر سایہ فگن ہو جائے گی اور اس سائے کے نیچے غیبت کا پودا پنپتا ہی نہیں ہے۔ بعض پودے ہیں جو بعض سایوں کے نیچے مر جاتے ہیں پس

غیبت کا پودا بھی رأفت اور رحمت کے سائے تلے پرورش نہیں پا سکتا۔ پس ایک یہ بھی طریق ہے۔

پھر اور وسیع کر دیں اور بنی نوع انسان تک اس کی وسعت دے دیں تو اس کے نتیجے میں رحمۃ للعالمین کا تصور ہے جو آپ کو بنی نوع انسان کے لئے محبت کی بات نہیں میں کر رہا، مصنوعی محبت کوئی چیز نہیں ہے۔ مصنوعی محبت ایک منافقانہ تصور ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن حقیقی محبت بنی نوع انسان سے پیدا ہونا یہ بہت گہرے، ایک قسم کے جہاد کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اب لفظ جہاد اور محبت میں بظاہر کوئی جوڑ نہیں لیکن میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کو جو طبعی پیار بنی نوع انسان سے تھا چونکہ وہ اللہ کی محبت سے براہ راست پھوٹ رہا تھا اس لئے اس میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں تھی لیکن عام انسان جو ان باتوں سے دور ہوا سے اس لئے جہاد کی ضرورت رہتی ہے کہ اسے محسوس ہوگا کہ میری ابتدائی بنیادی محبت میں رخنہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے سچے تعلق استوار کرنا اور آنحضرت ﷺ سے وہ سچا محبت کا تعلق رکھنا جواز خود دوسری محبتوں پر اثر انداز ہو جائے اور اس کا فیض عام ہو جائے یہاں تک کہ تمام بنی نوع انسان پہ پھیل جائے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے اپنی محبت پر نظر رکھتے ہوئے، اس کی خامیوں پر نگاہ کرتے ہوئے، انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اعلیٰ درجے کا مزاج اور ذوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اعلیٰ درجے کے مزاج اور ذوق کے بغیر نہ اللہ سے محبت ہو سکتی ہے نہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہو سکتی ہے۔

اگر ذوق بگڑے ہوں تو محبوب بھی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جسے نظر انداز کر کے بسا اوقات آپ اپنے اندرونی مسائل کا حل بھی تلاش نہیں کر سکتے۔ سوچتے ہیں کہ میں اللہ سے بڑی محبت کی کوشش کرتا ہوں، دعائیں بھی کرتا ہوں، مزہ ہی نہیں آتا۔ نہ نمازوں میں، نہ نیکیوں میں اور میری کیوں نہیں سنی جاتیں۔ ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کا ذوق بگڑا ہوا ہو اور ذوق بگڑنے کے نتیجے میں آپ کا ذہن ہمیشہ بعض دنیا کی ایسی لذتوں میں مگن رہے جو آپ کو طبعاً اچھی دکھائی دیتی ہیں اور خدا کی محبت کا یا نیکی کا ذوق نہیں پیدا ہوا۔ جب یہ ذوق ٹھیک نہیں ہوگا تو محبت فرضی رہے گی۔ دعوے کی حد تک رہتی ہے طبعی قوت کے طور پر دل سے پھوٹتی نہیں ہے اور اس کے بغیر آپ کی اصلاح ممکن نہیں اور غیبت کا مسئلہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اتنا آسان نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ جب تک آپ کا ذوق درست نہیں ہوتا اور خدا کی وہ محبت دل میں پیدا نہیں ہوتی اور وہ نظر آپ

کو عطا نہیں ہوتی جس نظر سے خدا اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اس وقت تک آپ کو پتا ہی نہیں لگے گا کہ آپ غیبت کرتے ہیں اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہیں اور اس سے کراہت کا نہ ہونا آپ کے بگڑے ہوئے ذوق کی نشانی ہے۔

پس اتنی کھلی کھلی ایک نشانی ہمارے ہاتھ میں تھما دی گئی ہے کہ اس کسوٹی پر اپنی اندرونی حالتوں کا جائزہ لینا ایک فرضی بات نہیں رہی بلکہ ایک یقینی حقیقت بن چکا ہے۔ پس جس جس حد تک ہم اس کسوٹی کے ظاہر کردہ نتیجے کی رو سے ناکام ہو رہے ہیں اس حد تک ہمیں اپنی فکر کرنی چاہئے۔ یہ کسوٹی گویا کہ جھوٹ نہیں بولتی۔ پس اپنے ذوق درست کریں تو پھر آپ کو خدا سے محبت ہوگی اپنے ذوق درست کریں پھر آپ کو رسول ﷺ سے محبت ہوگی۔ اپنے ذوق درست کریں تب گناہوں سے دوری ہو سکتی ہے اور نیکیوں سے پیار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

پس غیبت کے حوالے سے میں اگلا آپ سے تقاضا یہ کرتا ہوں کہ اپنے دل کا یہ جائزہ لیں کہ آپ کو غیبت میں کتنا مزہ آ رہا ہے۔ اگر ایک دم یہ نہیں چھٹتی منہ سے تو رفتہ رفتہ آپ جائزہ لیں تو آپ کے دل میں اس کا شوق و ذوق کم ہوتا چلا جا رہا ہے کہ نہیں۔ اگر کم ہو رہا ہے تو شکر ہے آپ بچ رہے ہیں۔ آپ روبصحت ہیں۔ اگر زور لگا کر نصیحت سن کر آپ کہتے ہیں اب میں نے غیبت نہیں کرنی اور پھر کرتے ہیں اور مزہ اتنا ہی ہے تو اس کا مطلب ہے آپ کی اصلاح کوئی نہیں ہوئی۔ زبردستی تعلق کاٹنے کی کوشش کی گئی ہے اور جو طبعی رجحانات ہیں ان کے رستے زبردستی بند نہیں ہوا کرتے کچھ دیر تک ہوں گے پھر وہ کھل جاتے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر بعض دفعہ وہ بدیوں کا سیلاب پھوٹ پڑتا ہے اس لئے غیبت کے معاملے کو اہمیت دیں اور اس گہرائی سے دیکھیں جس طرح میں نے آپ کے سامنے اس کو کھول کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یقین کریں کہ اگر ہم بحیثیت جماعت غیبت سے مبرا ہو جائیں تو ہمارا نظام بھی محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارے معاشرتی تعلقات بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ ہمارے اندر جتنی رخنہ پیدا کرنے والی باتیں ہیں وہ اگر سب دور نہیں ہوتیں تو ان میں غیر معمولی کمی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ بد نتائج جو روزانہ شادیوں کی ناکامی کی صورت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں ان پر بھی غیر معمولی مثبت اثر ظاہر ہوگا۔

اب آپ گھروں کا تصور کریں۔ ہر گھر میں میں جا تو نہیں سکتا میری سوچ جا سکتی ہے اور

میں سمجھ لیتا ہوں کس مزاج کے لوگ کیسی باتیں کرتے ہوں گے۔ کہیں بھابی کے خلاف نندیں اکٹھی ہوئی ہیں اور الگ مجلس لگی ہے ساس کے ساتھ اور اس میں بھائی کو بھی اگر وہ بے غیرت ہو اور اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے نہ جانتا ہو اس کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے اور خوب اس پہ مذاق اڑائے جاتے ہیں۔ یہ بھونڈی حرکت اس نے وہاں کی اس نے وہاں وہ حرکت کی اور سمجھتے ہیں کہ اب اس کو سمجھ آئے گی کہ ہم کون ہیں اور یہ کون ہے۔ اب یہ سارا ظلم ہی ظلم ہے، فساد ہی فساد ہے اور غیبت بھی ہے اور اس میں اور بھی کئی قسم کے بہیمانہ مظالم شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی بہو بے چاری سے غلطی ہو بھی گئی اور تمہیں اس سے وہ سچی محبت بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے تعلق کے نتیجے میں ہونی چاہئے تو تم اس کا آئینہ بنو گے۔ علیحدگی میں پیار سے اسے سمجھاؤ گے اور اس کی تکلیف خود محسوس کرو گے۔ ہنسی اور تکلیف اکٹھے نہیں ہوا کرتے۔ اگر شرمندگی ہے تو بعض دفعہ غصے میں تبدیل ہو جاتی ہے مگر باتوں کے چسکے میں تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تلاش تھی کہ اس سے کوئی غلطی ہو پھر ہم ایکا کریں اور پھر ہم اس پر ہنسیں اور اس کا مذاق اڑائیں اور اس کے خاوند کو ذلیل کریں اور وہ پھر غصے میں آ کر اس کے بال نوچے اس پر زیادتی کرے پھر ہمارے دل کو ٹھنڈ پڑے۔ سفر کا آغاز ہی نفرتوں سے ہے، سفر کا آغاز ہی مکروہ اور ذلیل سفر کا آغاز ہے ایک بہیمانہ حملے کی نیت سے سارا سفر شروع ہوا اور ساری کارروائیاں ہوئیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں ہم جیت گئے۔ ہم نے اس ایک لڑکی کو مغلوب کر دیا اور اس کے خاوند کو اپنے لئے چھین لیا حالانکہ سارا نہایت ہی مکروہ گناہ ہے۔ اگر محبت ہو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے تو یہ آواز کانوں میں گونجے کہ

اَلْمُومِنُ مِرْاَۃُ الْمُومِنِ کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔(ابوداؤد کتاب الادب حدیث 4273)

تو میں نے پہلے بھی بتایا آئینہ تو شور نہیں ڈالتا آئینہ تو جس کی بدصورتی دیکھے دوسرے آدمی کو یہ نہیں کہتا کہ یہ بدصورت شخص تھا جو مجھے دیکھ کے گیا ہے۔ میرے اندر اپنا منہ دیکھ کے گیا ہے۔ مگر جب بھی کوئی آئینہ دیکھے اس کو ضرور بتاتا ہے مگر ادب اور خاموشی کے ساتھ یہاں تک کہ آئینے پر غصہ نہیں آتا۔ تو بہت سی اس کی پر حکمت باتیں ہیں جن کے متعلق میں ایک دفعہ ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انہیں دہراؤں گا نہیں کہ اگر رسول اکرم ﷺ سے سچی محبت ہو تو یہ آواز کانوں میں گونجے گی اور آپ آئینہ بننے کی کوشش کریں گے اور اس بے چاری کو علیحدگی میں سمجھائیں گے کہ تم نے وہ بات کی تھی اس پر ہمیں بھی شرمندگی ہوئی اور تمہارا مقام بھی دنیا کی نظر میں

گرا ہے تو یہ مناسب نہیں تھا۔ تو اگر سچی ہمدردی کے ساتھ، سچے دل کی ہمدردی سے بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور معاشرہ سنورتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہمیشہ رخ بھابیوں کی طرف ہی ہو اور بہوؤں کی طرف ہو۔ بعض بہوؤں کا رخ خاوند کی بہنوں اور اس کی ماں کی طرف بھی رہتا ہے۔ وہ جرم جوان کے خلاف ہوتے ہیں بعض دفعہ وہ دوسروں کے خلاف بھی کرتی ہیں اور ان کو شوق ہوتا ہے کہ اپنے خاوند کو سب سے کاٹ کر الگ کر دیں اور پھر ان کو چین ملتا ہے جب وہ اپنے ماں باپ سے تعلق توڑ لے، اپنی بہنوں بھائیوں سے تعلق توڑ لے اور اس کے ماں باپ اور اس کے بہن بھائیوں کا ہو کر رہ جائے۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ نہیں جو کبھی کبھی ہوتا ہو یہ روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے حالانکہ قرآن کریم نے جب شادی کا مضمون بیان فرمایا تو اس طرح بیان فرمایا کہ دونوں کے ماں باپ ایک ہو چکے ہیں۔ رحموں کے تعلق کا ذکر فرمایا جو دونوں طرف برابر ہے۔ پس اس پہلو سے ہمیں معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور یہاں بھی غیبت بہت بداثر دکھاتی ہے، خواہ بہو کی غیبت اس کی نندیں اور اس کی ساس کر رہی ہوں یا خاوند سے ان کی غیبت ہو رہی ہو اور بار بار یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے کہ میں تو مظلوم ہوں یہ مجھ سے اس طرح سلوک کرتے ہیں، اس طرح مجھ پر ہنستے ہیں اور یہ مجھ سے حرکت کی گئی ہے اور علیحدگی میں اس رنگ میں کریں کہ جس کی اصلاح کرنی چاہئے اس کو تو پتا ہی نہیں اور جس کی شکایت کی جارہی ہے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو رہی ہے اور اشتعال پیدا ہو رہا ہے تو یہ پھر کوئی مبارک کوشش نہیں ہے اس سے تو معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔

تو اسی مضمون کو یعنی غیبت سے بچنے کے مضمون کو اگر اللہ اور اس کے رسولؐ سے تعلق کے حوالے سے دیکھیں تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔ بعض دفعہ یہ دونوں قسم کے لوگ دینی لحاظ سے اتنے گئے گزرے نہیں ہوتے یعنی ان کے ہاں ایسی Compartments بن جاتی ہیں کہ بیماری ایک طرف چار دیواری میں بند پڑی ہے اور باقی چار دیواری صحت مند ہے۔ بعض دفعہ Confine ہو جاتی ہے بیماری کسی ایک عضو میں۔ تو یہ مطلب نہیں کہ سارا جسم ہی یقیناً کلیۃً گندا اور صحت سے عاری ہو چکا ہے۔ ایسے لوگوں میں نیکی بھی پائی جاتی ہے، عبادتیں بھی پائی جاتی ہیں، دعاؤں کے خط بھی لکھتے ہیں اللہ سے ہمیں محبت پیدا ہو، رسولؐ سے محبت پیدا ہو، دین کی خاطر زیادہ قربانیاں کرنے والے ہوں اور بعض بیویاں اپنے خاوندوں کے متعلق بھی لکھتی ہیں کہ یہ برائی تو ہے لیکن ویسے بڑا نیک ہے، نمازی

ہے، دیندار ہے، نظام جماعت کا بڑا احترام کرتا ہے تو آپ اس کو کہیں گے تو مان جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بیماری ضروری نہیں کہ سارے نظام جسم پر قبضہ کر چکی ہو بعض حصوں میں رہتی ہے بعض میں نہیں رہتی۔ ان کے لئے صحت کا زیادہ امکان ہے جن کا کینسر بعض چھوٹے اعضاء تک محدود ہے اس کے بیچ باقی جسم پر پھیلتے نہیں ہیں اور باقی جسم کو اگر بیدار کیا جائے تو وہ اس کا مقابلہ کرسکتا ہے تو اللہ اور رسولؐ کی محبت جسم کے دوسرے گوشوں میں پائی جاتی ہے تو جو بیمار حصہ ہے اس کے حوالے سے ٹھیک ہوسکتا ہے۔ آپ سوچیں کبھی جو حرکتیں کر چکے ہیں یا کرنے کو دل چاہتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ اس کو پسند فرماتے۔ کیا آپ کے نزدیک جو آنحضرت ﷺ نے خدا کا مزاج سمجھا اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالا اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے اگر نہیں تو پھر یہ دعائیں کرتے ہو خدا کی محبت کی وہ کس کھاتے میں جائیں گی۔

باتیں وہ جن کے متعلق غور کرنے کے بعد پتا چلا کہ خدا کو بھی ان سے نفرت ہے، خدا کے رسولؐ کو بھی نفرت ہے اور دعائیں یہ کہ اے اللہ اپنی محبت عطا کر جس سے تو محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت عطا کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت عطا کر جو باتیں تیری محبت دل میں پیدا کرتی ہیں ان کی محبت عطا کر اپنی محبت کو اتنا بنا دے کہ جیسے پیاسے کو پانی کی محبت ہو جاتی ہے۔ یہ دعائیں ہیں اور وہ حرکتیں لاشعوری طور پر بغیر سوچے سمجھے بھی بعض دفعہ جاری رہتی ہیں جو خدا کی محبت کے منافی ہیں اس کو قطع کرنے والی ہیں۔ اب جو میں کہتا ہوں قطع کرنے والی ہیں تو بعینہ یہی بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے جو تم قطع رحمی کرو گے تو اللہ سے قطع تعلق کرلو گے۔ تو یہ ساری قطع رحمی کی مثالیں، میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں خواہ بہو خاوند کے تعلق سے باقیوں سے قطع رحمی کا معاملہ کرے، قطع رحمی پیدا کرنے کی کوشش کرے یا دوسرے رشتہ دار بہو کے تعلق میں قطع رحمی کا معاملہ کر رہے ہوں، دونوں صورتوں میں باقی نیکیاں اپنی جگہ پڑی رہ جائیں گی اور اللہ کی اور اللہ کے رسولؐ کی بات ضرور صادق آئے گی کہ ایسے لوگوں سے پھر اللہ اپنی رحمت کا تعلق کاٹ لیتا ہے۔ ان گھروں میں فساد پیدا ہوتے ہیں، بدمعاشرہ جنم لیتا ہے، بچے بدتمیز پیدا ہوتے ہیں، بداخلاق پیدا ہوتے ہیں، ان کی بیٹیاں آگے پھر اسی قسم کے دکھ دوسروں کے گھروں میں اٹھاتی ہیں، فسادات کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ٹوٹ جاتا ہے اس سیلاب کے نتیجہ میں جو سیلاب گھروں میں پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ گلیوں میں سیلاب بہنے لگ جاتا ہے۔ تو معاشرے کی اصلاح محض چند نصیحتوں سے نہیں ہوسکتی معاشرے کی اصلاح کے ہم

ذمہ دار بنائے گئے ہیں اوران امراض کو سمجھنا ہوگا ان کی کنہ سے واقفیت حاصل کرنی پڑے گی۔ صحیح تشخیص نہیں کر سکتے تو کیسے ہم بیماروں کا علاج کرسکیں گے۔

اس لئے اس حوالے سے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ محض یہ کہہ دینا جی غیبت نہیں کرنی، غیبت نہیں کرنی یہ تقریر کر کے انسان الگ ہو جائے ہرگز کافی نہیں ہے۔ ایسا سمجھا دیں اور آ کے گھروں میں ایسی باتیں کریں کہ دلوں کی تہہ تک غیبت کی حقیقت ایسے اترے کہ جو دلوں کو مغلوب نہ کرے بلکہ وہ دل اس کو مغلوب کر لیں یعنی ایسی لاتعلقی اس سے پیدا کر لیں کہ اس کے اندر اثر کرنے کا کوئی بھی مادہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں بھی بعض چیزیں اترتی ہیں۔ خون میں رہتی ہیں لیکن بے اثر ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے شیطان کے حوالے سے فرمایا کہ ہر انسان کے خون میں دوڑ رہا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کے خون میں بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں مگر مسلمان ہو گیا ہے۔ (مسلم کتاب الفضائل حدیث: 4294) تو اندر جو فطرت میں احتمال موجود ہے اس کو جڑوں کی طرح اکھیڑ کر باہر نہیں پھینکا جا سکتا مگر اس کی ایسی اصلاح ممکن ہے کہ اس کا مزاج بدل جائے۔ پس بدی کی آواز اگر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دی جائے اور وہ آواز اٹھنا بند ہو جائے تو ایک گونگی بدی خون کے اندر رہے گی۔ ایک اندھی بدی خون کے اندر رہے گی وہ کوئی بھی بد اثر اپنا ظاہر نہیں کر سکتی۔ یعنی چاروں طرف سے اس کو دیواریں چن کر جس طرح زندہ دفنا دیا جاتا ہے اس طرح وہ دیواروں میں چن دی جائے گی۔ پس غیبت کو بھی اس طرح اپنے دل میں اتاریں کہ آپ کے دل پر اثر انداز نہ ہو بلکہ آپ اس پر ایسا قابو پالیں کہ دیوار میں چن دیں پھر کبھی آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور روزمرہ کی زندگی میں جب بھی آپ کہیں ایسی بات کر رہے ہوں تو اپنے دل میں ٹٹولیں کہ کیوں کر رہا تھا یا کیوں کر رہی تھی اور مزہ آیا تھا کہ نہیں۔ مزہ آیا تھا تو کیوں آیا تھا اگر آیا تھا تو ابھی تک آپ بھائی کا گوشت کھانا چھوڑ نہیں رہے نہ چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ آپ کا ذوق ہی نہیں ٹھیک ہوا۔

پس اس کو تو میں سمجھتا ہوں جہاد کی صورت میں لینا چاہئے۔ غیبت کا قلع قمع جماعت میں اگر ہو جائے تو بہت عظیم کامیابی ہو گی۔ میں جب امریکہ دورے پر گیا۔ اب دیکھیں کتنا Advance ملک ہے۔ دنیا کے لحاظ سے اتنا ترقی یافتہ لیکن وہاں میں حیران رہ گیا دیکھ کر کہ بعض جماعتوں میں خوب غیبت چل رہی ہے۔ ایسی کراہت پیدا ہوتی تھی سن کر کہ میں حیران ہوتا تھا کہ ان

مخلصین کو ہو کیا گیا ہے۔ بعض جماعتوں میں مرد بھی غیبت کر رہے ہیں عورتیں بھی غیبت کر رہی ہیں یوں لگتا ہے کہ گوشت خوروں کی ایسی جماعت ہے جسے صحت مند حلال گوشت میں مزہ نہیں ملتا جتنا مردہ گوشت میں ملتا ہے اور وہ بھی انسانی مردہ گوشت مل جائے تو اور کیا چاہئے۔ کیونکہ کہتے ہیں شیر کو جس کو انسان کا خون منہ کو لگ جائے اسے کوئی اور جانور پسند ہی نہیں رہتا تو اس پہلو سے بھی رسول اکرم ﷺ کی مثال بہت گہرائی رکھتی ہے۔ انسانی مردہ کھانے کی عادت پڑ گئی جس کو اس سے یہ عادت چھڑانا بڑا مشکل ہے اور اس گوشت میں مزہ ہی بڑا ہے۔ انسان کی غیبت میں جو مزہ ہے نا جن کا ذوق بگڑا ہوا اس ذوق کو بدلنا، وہ مزہ ان کے منہ سے چھیننا بڑا مشکل کام ہے تو وہاں یہ ہے۔ اب میں امریکہ کی بدنامی کے طور پر نہیں کر رہا۔ میں جانتا ہوں پاکستان میں بھی بہت سی جماعتوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، جرمنی میں بھی پائی جاتی ہیں، انگلستان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر میں نے مثال دی تھی ایک تازہ سفر کی یادداشت کے طور پر اور وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ میں کن کی باتیں کر رہا ہوں ان کو استغفار کرنا چاہئے اور اپنے اپنے دائرے میں یہ جہاد شروع کرنا چاہئے کہ غیبت نہیں کرنی۔

بعض دفعہ غیبت کی بجائے مجلس کی امانت کا حق نہ رکھا جائے تو وہ بھی غیبت بن جاتی ہے۔ ہم جب آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ ایک شخص غیبت کی نیت سے نہیں بلکہ بعض حوالوں کی وجہ سے ایک شخص کا ذکر کر دیتا ہے جسے سب جانتے ہیں اس کی کوئی چھپی ہوئی بدی بیان نہیں کی جاتی جس کا ان کو علم نہ ہو بلکہ کسی گفتگو کے حوالے سے از خود یہ بات جاری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کو اٹھائے اور باہر بیان کر دے تو یہ امانت میں خیانت ہے کیونکہ مجالس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ امانتیں ہیں اور ان کی بات بغیر اجازت کے بغیر حق کے باہر کرنا ایک گناہ ہے اور یہ بھی ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ لیکن میں اصول بتا دیتا ہوں کہ کہاں امانت ہے اور کہاں ایک عوامی حق ہے کہ آپ یہ باتیں آگے پہنچائیں۔

جہاں ایک ایسی نصیحت ہے جس کا بنی نوع انسان کی بہتری سے تعلق ہے، بھلائی سے تعلق ہے۔ ایسی بات ہے جس کو سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے تو یہ وہ امانت نہیں ہے جسے آپ پوچھے بغیر آگے بیان نہیں کر سکتے۔ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شاہد ہے وہ غائب کو باتیں بیان کرے (مسلم کتاب القسامہ) کیونکہ اچھی باتیں ہیں اور ان کے نتیجے میں خیر پھیلتی ہے مگر اگر اس مجلس میں کسی

ایک شخص کا ذکر آیا ہے اور اس کو اگر دوسروں میں بیان کیا جائے تو اس شخص کے خلاف دلوں میں نفرت پھیلے گی تو اس کو دوسروں میں بیان کرنا ناجائز، اس تک بات پہنچانا بھی ناجائز۔ اور اگر کسی مقصد، مجبوری سے بات کرنی ہو تو لازم ہے کہ اس سے اجازت لی جائے جس نے ایک مجلس میں یہ بات کی تھی۔ اگر ہم پوری طرح اس اصول پر کاربند ہو جائیں تو غیبت کے سارے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض لوگ اتنے بے احتیاط ہوتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات میں جو امانت کے تقاضے ہیں وہ بھی پورے نہیں کرتے بلکہ ان میں بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں۔

کئی لوگ جن کے جھگڑے ہیں خاوندوں کے بیویوں سے، بیویوں کے خاوندوں سے، خاندانوں کے آپس میں۔ وہ ملاقات کے وقت یہ بات چھیڑتے ہیں میں ان کو بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ ذاتی ملاقات کا وقت آپس میں محبت اور پیار کی کھلی کھلی باتیں کرنے کا وقت ہے، یہ جھگڑوں کا وقت نہیں ہے اس کے لئے الگ نظام مقرر ہے لیکن وہ باز ہی نہیں آتے۔ زبردستی اپنے دل کا غیظ ابال کر میرے دل میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا میں ان کو آخر کہتا ہوں کہ دیکھو جو تم نقشے کھینچ رہے ہو اگر یہ درست ہیں تو تم نے بڑی جہالت کی ہے جو وہاں جا کر گرے ہو۔ تم کہتے ہو اتنا ذلیل خاندان ہے، ایسا گیا گزرا ہے کہ جو باتیں تم بیان کر رہے ہو وہ تو اتنی کمینی ہیں کہ پھر تم نے اپنی بیٹی کو پھینکا کیوں وہاں۔ یا اپنے بیٹے کو اس گھر کے سپرد کیوں کیا۔ یہ ایک الزامی جواب ہوتا ہے۔ بعض لوگ اسے لے کر چلتے ہیں اور کہتے ہیں لو جی حضرت خلیفۃ المسیح نے فرما دیا ہے کہ بڑا کمینہ خاندان ہے، بڑے ذلیل لوگ ہیں۔ ان میں تم جا کر گرے کہاں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ پہلے وہ زبردستی مجھ پر ایک بات ٹھونستے ہیں پھر اس کا منطقی نتیجہ نکال کر، ان کے غلط انداز کو دکھانے کی خاطر یہ ایک تمثیلاً بات کرتا ہوں تو آگے پہنچا دیتے ہیں۔ اب یہ بتائیں یہ امانت کہاں رہی اور وہ جو خلیفہ وقت سے تعلق کے تقاضے ہیں ان کو کیسی ٹھوکر ماری گئی ہے یہاں اور جو بے تکلفی سے پیار کے خاندانی ماحول میں ان سے باتیں ہو رہی ہیں ان کو سمجھایا جا رہا ہے۔ نہیں سمجھتے تو انہی کی منطق کو اٹھا کر ان کے سامنے کھڑا کیا جا رہا ہے اس کو غلط رنگ دے کر اگر جماعت میں پھیلا دیں تو کتنے بدنتائج اس کے پیدا ہوں گے۔ بعض لوگ ان حوالوں کو لے کر قضاء تک جا پہنچے ہیں۔ چنانچہ مجھے ایک دفعہ صدر مجلس قضاء کا خط آیا کہ حضور کے حوالے سے یہ بات کہی جا رہی ہے۔ ثابت

ہوتا ہے کہ فلاں شخص اپنے جھگڑے میں لازماً غلط ہے۔ میں نے کہا جس نے کہا ہے وہ لازماً غلط ہے کیونکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور قضاء کے اصول کے تابع، میں ہرگز کوئی فیصلہ قضا کے معاملے میں دے سکتا ہوں نہ دیتا ہوں کبھی۔ جس نے منزل بہ منزل ترقی کر کے آخر میرے سامنے اپیل کے طور پر پہنچنا ہے۔ جب میں آخری قاضی ہوں تو پہلی منزل پر اور پھر یک طرفہ فیصلہ دے کیسے سکتا ہوں؟ میں نے کہا آپ کو اتنی سی بھی سمجھ نہیں کہ یہ ناممکن ہے آپ کو رد کر دینا چاہئے اور اصول بنالیں اور سب ججوں کو ہدایت کر دیں کہ اگر میرا حوالہ دیا گیا قضائی معاملے میں تو یا وہ جھوٹ بول رہا ہے یا وہ سمجھا نہیں ہے اور خواہ وہ سمجھا نہ ہو خواہ جھوٹ بول رہا ہو ہر دو صورت میں ایسی باتوں کو قضا میں ایک دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ دیکھیں جہاں امانتوں میں خیانتیں ہوتی ہوں، جہاں غیبتوں پر جرأتیں ہوتی ہوں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت باریک نظر سے ان باتوں کو سمجھے گی اور آئندہ اپنے کردار کی حفاظت کرے گی کیونکہ ہم سب دنیا پر شہید بنائے گئے ہیں۔ تمام دنیا کے کردار کی ہم نے حفاظت کرنی ہے اسے اعلیٰ قدروں تک پہنچانا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔